سر سید احمد خاں

سر سید احمد خاں دلی کے ایک معزز گھرانے میں 1817 ء میں پیدا ہوئے سر سید کی تربیت ان کی والدہ کے زیر سایہ ہوئی۔

تحصیل علم کے بعد 1862 ء میں غازی پور میں انہوں نے ایک انجمن 'سائنٹفک سوسائٹی' کے نام سے بنائی۔

1869 ء میں سر سید انگلستان گئے۔ واپس آکر انہوں نے 'تہذیب الاخلاق' نام سے ایک رسالہ جاری کیا جس میں سماجی، تہذیبی اور ادبی مضامین شائع ہوتے تھے۔

سر سید احمد خاں نے علی گڑھ میں ایک اسکول کھولا جو 1878 ء میں 'محمڈن اینگلو اورینٹل کالج' بنا اور پھر علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی کی شکل میں ابھر کر سامنے آیا۔

1878 ء میں سر سید احمد خاں کو 'سر' کا خطاب ملا جو ان کے نام کا ایک حصہ بن گیا۔ سر سید احمد خاں کی تصانیف میں 'آثار الصنادید' اور 'اسباب بغاوت ہند' خاص طور پر اہمیت رکھتی ہیں۔

اردو کی نئی علمی نثر کی بنیاد ڈالنے کے ساتھ ساتھ سر سید نے اردو میں مختصر مضمون نگاری کو فروغ دیا۔ لمبی تحریروں کی بجائے چند صفحات میں کام کی باتیں کہنے کا فن سر سید نے عام کیا۔ سر سید کی نثر میں وہی وزن اور وقار ہے جو ان کی شخصیت میں تھا۔

سر سید احمد خاں کا انتقال 1898 ء میں ہوا اور علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی میں دفن ہوئے۔

ریا

دنیا میں ایسے لوگ بھی بہت ہیں جن کا ظاہر کچھ اور باطن کچھ ہوتا ہے۔ دنیادار اور رند مشرب آدمی جس قدر کہ دراصل وہ بد ہیں اس سے زیادہ اپنے تیئں وہ بد بناتے ہیں۔ دینداری کی بناوٹ کرنے والے جس قدر کہ ہوتے ہیں اس سے زیادہ نیک اپنے آپ کو جتلاتے ہیں وہ تو دیندار کی ذرا ذرا سی باتوں سے بھی بھاگتے ہیں اور دن رات عشق وتماش بینی اور لچ پنے کی باتوں کی جن کو دراصل انہوں نے کی بھی نہیں، گپیں اڑاتے ہیں۔ اور یہ حضرت بے شار گناہوں اور بدیوں کو ایک ظاہری دینداری کے پردہ میں چھپاتے ہیں اور ٹٹی کی اوجھل میں شکار کھیلتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ دونوں قسم کے آدمی چنداں برے نہیں ہیں مگر ایک اور تیسری قسم کے لوگ ہیں جو ان دونوں قسموں سے علیحدہ ہیں اور انہیں کا کچھ ذکر میں اس تحریر میں کرنا چاہتا ہوں۔ ان کی بناوٹ ایک اور ہی عجیب قسم کی ہے۔ وہ اپنی بناوٹ سے دنیا کے لوگوں ہی کو فریب نہیں دیتے بلکہ اکثر خود آپ بھی دھوکہ میں پڑتے ہیں۔ وہ بناوٹ خود ان کے دل کے حال کو چھپاتی ہے۔ جس قدر کہ درحقیقت وہ نیک ہیں اس سے زیادہ ان کو نیک جتاتی ہے۔ پھر تو وہ لوگ یا اپنی بدیوں پر خیال ہی نہیں کرتے یا ان بدیوں کو نیکیاں سمجھتے ہیں۔ مقدس داؤد نے نہایت دلچسپ لفظوں میں اس برائی سے پناہ مانگی ہے اور اس طرح پر خدا کی مناجات کی ہے۔ ' کون اپنی غلطیوں کو سمجھ سکتا ہے تو ہی مجھ کو میرے پوشیدہ عیبوں سے پاک کر۔' جو لوگ علانیہ بدی کرتے ہیں اگر ان کو بدیوں اور گناہوں سے بچانے کے لئے نصیحت کی ضرورت ہے تو وہ لوگ جو درحقیقت موت کی راہ چلتے ہیں اور اپنے تیئں نیکی اور زندگی کے راستہ پر سمجھتے ہیں کس قدر رحم کے لائق ہیں اور کتنی نصیحت کے محتاج ہیں پس میں چند قاعدے بیان کرنا چاہتا ہوں جن سے وہ بدیاں جو دل کے کونوں میں چھپی ہوتی ہیں اور جن کے چھپے رہنے سے انسان اپنے دل کا سچا حال آپ نہیں جان سکتا، معلوم ہوسکیں۔

عام قاعدہ تو اس کے لئے یہ ہے کہ ہم خود اپنے آپ کو ان مذہبی اصولوں کو جو ہماری ہدایت کے لئے مقدس کتاب اللہ میں لکھے ہیں، جانچیں اور اپنی زندگی کو اس پاک شخص کی زندگی سے مقابلہ کریں جس نے یہ فرمایا کہ اِنَّمَا

بشرٌ مِثلُکُم یُوحیٰ اِلَیَّ اَنَّمَا اِلٰھُکُم اِلٰہٌ وَّاحِد (رسول اللہ نے فرمایا کہ" بلاشک میں تمہاری طرح انسان ہوں پس میرے پاس وحی آتی ہے (اور تمہارے پاس نہیں آتی) اور بے شک تمہارا معبود ایک ہے) اور جو اس درجہ کمال تک پہنچا جہاں تک انسان کا پہنچنا ممکن ہے اور جس کی زندگی ہماری زندگی کے لئے نمونہ ہے اور جو اپنی پیروی کرنے والوں کے لئے بلکہ تمام دنیا کے لئے بڑا ہادی اور بہت بڑا دانا استاد ہے۔ ان دونوں قاعدوں کے برتنے میں بڑی بڑی غلطیاں پڑتی ہیں۔ کچھ تو لوگوں کی سمجھ میں غلطیاں ہوتی ہیں اور کچھ آپس میں اختلاف رائے ہوتا ہے جو بن ہوئے رہ نہیں سکتا۔ اور کچھ زمانہ کے گزرنے سے ٹھیک ٹھیک حالت اور کیفیت ان واقعات کی جو گزرے معلوم نہیں ہوسکتی۔ اس لئے برخلاف اگلے مسلمان مصنفوں کے صرف انہی قاعدوں کے بیان کرنے پر میں اکتفا نہیں کرتا بلکہ اور بھی قاعدے بیان کرتا ہوں جو انسان کو ٹھیک ٹھیک مطلوبہ راہ پر لے آتے ہیں۔

اپنے پوشیدہ عیبوں کے معلوم کرنے کا ایک عمدہ قاعدہ یہ ہے کہ ہم اس بات پر غور کریں کہ ہمارے دشمن ہم کو کیا کہتے ہیں۔ ہمارے دوست اکثر ہمارے دل کے موافق ہماری تعریف کرتے ہیں یا تو ہمارے عیب ان کو عیب ہی نہیں معلوم ہوتے اور یا ہماری خاطر کو ایسا عزیز رکھتے ہیں کہ اس کو رنجیدہ نہ کرنے کے خیال سے ان کو چھپاتے ہیں یا ایسی نرمی سے کہتے ہیں کہ ہم ان کو نہایت ہی خفیف سمجھتے ہیں۔ برخلاف اس کے دشمن ہم کو خوب ٹٹولتا ہے اور کونے کونے سے ڈھونڈھ کر ہمارے عیب نکالتا ہے۔ گو وہ دشمنی سے چھوٹی بات کو بہت بڑا کردیتا ہے مگر اکثر اس کی کچھ نہ کچھ اصلیت ہوتی ہے۔

تا نباشد چیز کے مردم نگویند چیزہا

(جب تھوڑی چیز ہوتی ہے تو اس کو بڑھایا جاسکتا ہے۔)

دوست ہمیشہ اپنے دوست کی نیکیوں کو بڑھاتا ہے اور دشمن عیبوں کو۔ اس لئے ہم کو اپنے دشمن کا زیادہ احسان مند ہونا چاہئے کہ ہم کو ہمارے عیبوں سے مطلع کرتا ہے۔ اگر ہم نے اس کے طعنوں کے سبب ان عیبوں کو چھوڑ دیا تو دشمن سے ہم کو وہی نتیجہ ملا جو ایک شفیق استاد سے ملنا چاہئے تھا۔

دشمن جو عیب صحیح یا غلط ہم میں لگاتا ہے ہمارے فائدہ سے خالی نہیں۔ اگر وہ ہم میں ہوتا ہے تو ہم اپنے عیب سے مطلع ہوتے ہیں اور اگر نہیں ہوتا تو خدا کا شکر کرتے ہیں کہ وہ عیب ہم میں نہیں۔ سچ ہے کہ

دشمن از دوست ناصح تر ست این جز نکوئی نہ گوید واین جز بدی بخوید

(دشمن دوست سے زیادہ ناصح ہے اس لئے کہ وہ (دوست) سوائے نیکی کے اور کچھ نہیں کہتا اور وہ (دشمن) سوائے برائی کے اور کچھ نہیں کہتا۔)

پلوٹارک کا دشمنی کے فائدوں پر جو مضمون ہے اس میں اس نے یہ بات لکھی ہے کہ دشمن جو ہم کو بدنام کرتے ہیں اس سے ہم کو ہماری برائیاں معلوم ہوتی ہیں اور ہماری گفتگو میں اور ہمارے چال چلن میں اور ہماری تحریر میں جو نقص ہیں وہ بغیر ایسے دشمن کی مدد کے کبھی معلوم نہیں ہوتے؛

علیٰ ہذا القیاس اگر ہم خود اپنے آپ کو سمجھنا چاہیں کہ ہم کیا ہیں تو ہم کو اسی بات پر غور کرنا چاہیئے کہ جو لوگ ہماری تعریف کرتے ہیں اس میں سے ہم کس قدر کے مستحق ہیں اور پھر یہ سوچنا چاہیئے کہ جن کاموں کے سبب سے وہ تعریف کرتے ہیں یا نہیں۔ اور پھر ہم کو یہ بھی سمجھنا چاہیئے کہ وہ نیکیاں جن کے سبب ہماری تعریف کرنے والے ہماری تعریف کرتے ہیں دراصل ہم میں کہاں تک ہیں۔ ان باتوں پر انسان کو بخوبی غور کرنا نہایت ضروری ہے کیوں کہ ہمارا یہ حال ہے کہ کبھی تو ہم لوگوں کی رایوں کو جو ہماری نسبت ہیں پسند کر کے اپنے تئیں بہت بڑا سمجھنے لگتے ہیں اور کبھی ان کو ناپسند کرتے ہیں اور جو کچھ ہمارا دل کہتا ہے اس کے مقابلہ میں ان تمام رایوں کو نہیں مانتے۔

ہم کو ایسی نیکی پر بھی جس کو ہم نے اپنے خیال میں نیک سمجھا ہے مگر درحقیقت اس کی نیکی مشتبہ ہے، زیادہ اصرار نہیں کرنا چاہیئے بلکہ لوگوں کی رایوں کو بھی نہایت قدر و منزلت کرنی چاہیئے۔ جو ہم سے اختلاف رکھتے ہیں اور جو عقلمند اور نیک دل ہیں اور جس طرح ہم نیک دلی سے بات کہتے ہیں اسی طرح وہ بھی نیک دلی سے ہم سے مخالفت کرتے ہیں۔ مگر یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ ان اختلاف کرنے والوں نے صرف آزادی رائے اور اس دلی نیکی سے جس کے سرچشمہ کی سوت قدرت نے ہر ایک انسان کے دل میں کھولی ہے اختلاف کیا ہے یا کسی بیرونی دباؤ یا پابندی رسم و رواج اور تعصب اور تقلید نے ان کے دل کو پھیرا ہے کیونکہ اگر یہ پچھلی بات اختلاف رائے کا سبب ہو تو وہ نہایت بے قدر ہو جاتی ہے۔

جہاں ہم کو دھوکہ کھانے کا احتمال ہے وہاں ہم کو نہایت ہوشیاری اور بہت خبرداری سے کام کرنا چاہیئے۔ حد سے زیادہ سرگرمی اور تعصب اور کسی خاص فرقہ کو یا کسی خاص رائے کے لوگوں کو برا اور حقیر سمجھنا، یہ ایسی باتیں ہیں جن سے ہزاروں آفتیں پیدا ہوتی ہیں۔ وہ فی نفسہ نہایت ہی بری ہیں گو کہ وہ ہم سے کمزور دل آدمیوں کو اچھی معلوم ہوتی ہیں مگر اس پر بھی خیال رکھنا چاہیئے کہ ایسے لوگ بھی دنیا میں ہیں جو دینداری اور نیکی کے لئے نہایت

مشہور ہیں مگر نہایت لغو اور نرے شیطانی اصولوں کو نیکی سمجھ کر اپنے دلوں میں اس کی جڑ گاڑ دی ہے۔ میں اس بات کو اقرار کرتا ہوں کہ میں نے آج تک کوئی ایسا عقلمند اور انصاف پسند شخص نہیں دیکھا جس میں پوری پوری یہ سب باتیں ہوں اور پھر بھی گناہ سے پاک ہو۔

اسی طرح ہم کو ان کاموں سے بھی ڈرنا چاہئے جو انسان کے کمزور دل کی قدرتی بناوٹ سے یا کسی خاص شوق سے یا کسی خاص تعلیم کے اثر سے یا کسی اور سبب سے ہوتی ہیں جس میں ہمارا دنیوی فائدہ ہے۔ ایسی حالت میں انسان کی سمجھ نہایت آسانی سے حق بات کی طرف سے پھر جاتی ہے اور اس کا دل غلطی کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ اور یہی باتیں ہیں جن کے سبب سے تعصب اور ہزاروں غلطیاں اور پوشیدہ برائیاں اور لامعلوم عیب انسان کے دل میں گھس جاتے ہیں جس کام کے کرنے میں عقل کے سوا اور جذبوں کی بھی ترغیب ہو اس کے کرنے میں عقلمند آدمی کو ہمیشہ ڈرنا اور ہمیشہ اس پر شبہ کرنا چاہئے کہ ضرور اس میں کوئی نہ کوئی برائی چھپی ہوئی ہوگی۔

ان اصولوں پر اپنے خیالوں کو جانچنا اور اپنے دل کو ٹٹولنا اور دل کے تاریک جذبوں کو ڈھونڈنا ہمارے لئے اس سے بڑھ کر کوئی چیز مفید نہیں ہے۔ اگر ہم اپنے دل میں ایسی مضبوط نیکی بٹھانی چاہیں جو قیامت کے دن ہمارے کام آوے۔ جس دن کہ ہمارے بھیدوں کو جاننے والا ہمارے دل کو جانچے گا جس کی عقل اور انصاف کی کچھ انتہا نہیں تو ان اصولوں پر چلنے سے بہتر ہمارے لئے کوئی راہ نہیں۔ ہمارے بانی اسلام نے جب ہم کو یہ سکھایا کہ خدا ہر جگہ حاضر و ناظر ہے ہمارے دل کے چھپے بھیدوں کو جانتا ہے تو اس نے کس خوبی اور خوبصورتی سے اس ریا کاری کی برائی ہم کو بتلا دی جس سے انسان دنیا کو دھوکہ دیتا ہے اور خود اپنے آپ کو ہی فریب میں ڈالتا ہے۔ داؤدؑ نے بھی اپنی مناجات میں اس ریا کاری کے خوف کو جس سے انسان خود اپنے آپ کو دھوکہ دیتا ہے نہایت دلچسپ لفظوں میں ادا کیا ہے جہاں اس نے کہا ہے کہ —

'اے خدا مجھ کو جانچ، میرے دل کی تہہ کو ڈھونڈ، میرے خیالوں کو دیکھ، مجھ کو بخوبی پرکھ کہ مجھ میں کس برائی نے راہ کی ہے اور مجھ کو ایسی راہ پر لے چل جو ہمیشہ کو قائم رہے۔'

لفظ و معنی

رند ۔ شرابی

بد ۔ برا

دیندار - مذہب پر عمل کرنے والا

تماش بینی - تماشا دیکھنا

فریب - دھوکہ

درحقیقت - حقیقت میں

مقدس - پاک

مناجات - خدا سے منظوم دعا

پوشیدہ - چھپا ہوا

ہادی - ہدایت دینے والا

دانا - جاننے والا، عقلمند

اکتفا - قناعت

مطلع کرنا - اطلاع دینا، جانکاری دینا

شفیق - شفقت و محبت کرنے والا

ناصح - نصیحت

نقص - کمی

احتمال - شک

مشتبہ - شبہ سے بھرا ہوا

ABDIEL SOLUTIONS ABSOL PATNA

آپ نے پڑھا

- زیر نصاب مضمون میں سرسید احمد خاں نے ریاکاری کے صحیح مفہوم کی وضاحت کی ہے۔ عام طور پر اس عیب کا تجزیہ لوگ یوں کرتے ہیں کہ دل میں بات کچھ ہو اور ظاہر میں کچھ کہا جائے۔ لیکن ریا کا عیب اس حد تک محدود نہیں رہتا۔
- اکثر یہ ہوتا ہے کہ کہنے والا خود مغالطے میں رہتا ہے اور اسے یہ بھی احساس نہیں ہو پاتا کہ وہ ریاکاری کر رہا ہے۔ ریاکاری کا تعلق صرف ظاہری عمل اور ردعمل سے نہیں ہے بلکہ اکثر یہ ہوتا کہ آدمی کے شبہے یا وہم یا غلط فہمی کی وجہ سے ایسے ایسے اقدامات کرتا ہے جس کے کرنے پر خود اسے پتہ نہیں چلتا کہ وہ صحیح کر رہا ہے یا غلط۔ ریا اسی داخلی

ذہنی پیچیدگی کا نام ہے۔ کبھی دوست غلط تعریفیں کر کے شخصیت میں ریا کا عنصر ڈال لیتے ہیں اور کبھی دشمن خوبیوں کو عیب بتا کر ذہنی تناؤ میں گرفتار کر دیتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان اپنے پورے اعتماد اور تیقن کے ساتھ اچھائیوں کو ہی انجام دے پاتا۔ کسی کی شخصیت میں ریا کے داخل ہو جانے کی وجہ سے اس کا سارا عمل بے مقصد ہو جاتا ہے اور اس کے نزدیک نیک و بد کا مسئلہ نہیں ہوتا۔

- اس نفسیاتی کشاکش کے موقع پر اگر غور کیا جائے تو انسان کے دشمن دوست کے مقابلے میں کم نقصان دہ ہوتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ دشمن عیب جوئی کرتا ہے لیکن دوست تو شدید مغالطے میں ڈال دیتا ہے۔ وہ اپنی جھوٹی محبت یا دکھاوے کی وجہ سے ہمارے ایسے عمل کی ستائش کر جاتا ہے جو حقیقتاً لائق تحسین نہیں ہوتا۔
- سرسید احمد خاں نے اس نفسیاتی کشاکش سے بچنے اور دوست و دشمن کے الگ الگ ہتھیاروں سے محفوظ رکھنے کے لئے کچھ ایسے اصول مرتب کئے ہیں جن پر چل کر ہم وہ اطمینان حاصل کر سکتے ہیں جن سے ہماری شخصیت کی تکمیل ہو سکتی ہے۔ بہت سے جذبے ایسے ہوتے ہیں جو ہمیں عدل و انصاف برتنے کا موقع نہیں دیتے۔ تعصب حد سے بڑھی ہوئی سرگرمی اپنے اچھے کاموں کے اظہار کی بڑھی ہوئی لگن ہمارے اندر خفیہ طور پر ریاکاری کے اجزا پیدا کر لیتی ہیں۔

مختصر ترین سوالات

1. سرسید کی پیدائش کب ہوئی؟
2. سرسید کی والدہ کا نام کیا تھا؟
3. سرسید کی وفات کب ہوئی؟
4. سرسید کا کون سا مضمون آپ کے نصاب میں شامل ہے؟

مختصر سوالات

1. سرسید کی زندگی کے بارے میں پانچ جملے لکھئے۔
2. درج ذیل الفاظ کو جملوں میں اس طرح استعمال کیجئے کہ جنس ظاہر ہو جائے :

   موتی، کتاب، وقت، نام، قلم
3. مضمون کے بارے میں پانچ جملے لکھئے۔

طویل سوالات

1. سرسید کی ادبی خدمات پر ایک مضمون لکھیے۔
2. زیر نصاب مضمون 'ریا' کا مرکزی خیال پیش کیجیے۔

آیئے، کچھ کریں

1. سرسید کی تصنیفات کی ایک فہرست بنایئے۔
2. اپنے استاد سے سرسید کے بارے میں مزید معلومات حاصل کیجیے۔
3. اصلاحی مضامین پر کلاس میں ایک مذاکرہ کیجیے۔